برس کے اندر ادبی تاریخوں کے حوالے سے خاصا کام ہوا ہے تاہم ابھی بہت کچھ کرنے۔ روایتوں کے حاشیوں اور لذیذ حکایتوں کے سحر کو زایل کرنے اور ادب دوستوں کے سامنے اردو ادب کے زندہ اور فعال تسلسل کو صحیح حقایق کی روشنی میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال اردو ادب کی تاریخوں کے علمی اور تنقیدی جایزے کے طور پر بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک بہت اچھا انتخاب سلمان احمد نے اپنے اس مجموعے میں پیش کر کے اردو کی ادبی تاریخوں کے ارتقاء کو سمجھنے اور سمجھانے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس انتخاب میں ڈاکٹر حفیظ سیّد، سیّد محمّد عقیل، اسلوب احمد انصاری، کلیم الدّین احمد، مظفر علی سیّد، ڈاکٹر نجم الاسلام، پروفیسر محمّد حسن، پروفیسر رالف رسل اور ڈاکٹر گیان چند جیسے دیدہ وروں اور عالموں کے نام شامل ہیں۔ ان مضامین میں اردو کی ادبی تاریخوں کے حوالے سے بڑے اہم نکات واضح ہوتے ہیں۔ بہت سے سوال ذہن میں ابھرتے ہیں اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قوموں کی زندگی میں سیاسی تاریخوں کی طرح ادبی تاریخوں کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں ہے کیوں کہ سیاسی تاریخیں سیاسی اعمال کا جایزہ پیش کرتی ہیں اور ادبی تاریخوں سے قوموں کی فکری، روحانی اور ثقافتی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔

سلمان احمد نے یہ مجموعہ وسیع مطالعے کے بعد مُرتّب کیا ہے اور دِقّتِ نظر سے مُرتّب کیا ہے۔ یہ طلبہ اور ادب کے عام قاری دونوں کے لیے یکساں مفید اور ذہنی افق کو وسعت دینے والا مجموعہ ہے۔

(یہ تبصرہ فاضل محترم نے نثری تحریر کے بطور قلم بند کیا تھا، اور اس کی ایک عکسی نقل عنایت فرمائی تھی، دلی شکریے کے ساتھ شامل اشاعت کیا جاتا ہے)۔

کتاب: سیّد حسن غزنوی (حیات اور ادبی کارنامے)
مُصنّف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
سنہ اشاعت: ۱۹۹۹ء ضخامت: ۳۵۲ صفحات
ناشر: ادارۂ یادگارِ شیفتہ، کراچی
مُبصّر: انعام الحق عباسی

یہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے ۱۹۴۶ء میں ناگ پور یونی

ورسٹی میں پیش کیا گیا تھا۔ اوّل یہ مقالہ ڈاکٹر مولوی محمّد شفیع مرحوم ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین (اگست ۱۹۴۸ء تا فروری ۱۹۵۰ء) میں شائع کرچکے ہیں اور اب (۱۹۹۹ء میں) جناب افتخار احمد صاحب عدنی کی بدولت یہ مقالہ پہلی مرتبہ کتابی صورت میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔ " عرضِ حال " میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں خود رقم طراز ہیں:

> " یہ کتاب مُدّت سے اورینٹل کالج میگزین کے ایک ضمیمے کے طور پر خاموشی کی نیند سو رہی تھی۔ عدنی صاحب کی ہمت ، حوصلے اور ذوقِ اشاعت نے اسے بیدار کیا اور اس عاجز کی اوّلین تحقیقی کاوش کو اہلِ علم تک پہنچایا ہے "۔

اس مقالے پر مفصّل تبصرہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب رسالۂ تحقیق (شمارہ ۰۴ ، ۱۹۹۰ء ، ص ۹۰۔ ۱۲۵) میں کرچکے ہیں۔ ذیل میں مختصراً تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

سیّد حسن غزنوی (م ۵۵۶ھ) کا شمار فارسی کے بزرگ شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کے معاصرین میں مغربی (م ۵۴۲ھ) ، سنائی (م ۵۴۵ھ) ، عمادی (م تا ۵۴۵ھ) جیسے شعراء موجود تھے ۔ ان سب کی شاعری کا دار و مدار قصیدہ گوئی پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حسن غزنوی نے بھی شاعری کی ابتداء قصیدہ گوئی سے کی اور اس صنف میں کمال حاصل کیا۔ قصیدہ گوئی کی بدولت سلطان سنجر اور بہرام شاہ غزنوی کے دربار سے منسلک رہے۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بہرام شاہ غزنوی کے ایک سکّے کی پشت پر ان کا شعر کندہ تھا۔ حسن نے ایران ، افغانستان ، بغداد اور ہندوستان کی سیر کی اور مدینۂ منوّرہ میں بھی حاضری دی اور وہاں ایک فارسی ترجیع بند پیش کیا جس کا ترجیعی شعر عربی میں یہ تھا۔ (یہ شعر ہندوستان اور پاکستان کے میلاد خواں طبقے میں آج بھی شوق سے پڑھا جاتا ہے۔)

سلّموا یا قوم بل صلّوا علی الصدر الامین
مصطفیٰ ما جآء الّا رحمۃً للعالمین

" سیّد حسن غزنوی " کے موضوع سے متعلّق بہت کم مواد دستیاب تھا ، اس لیے ڈاکٹر صاحب نے قریب قریب پورے ہندوستان کے کتب خانے دیکھے ، اس کے علاوہ پیرس اور لندن سے بھی مخطوطات کے عکس حاصل کیے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مقالے میں داخلی اور خارجی شہادتوں سے استدلال کا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان کے یہاں وہی منہاجِ تحقیق دیکھنے میں آتا ہے جو حافظ محمود شیرانی اور مولوی محمّد شفیع جیسے فضلاء کا خاصّہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے شاعر کے نام، کنیت اور ولادت کے مسئلے کو حل کیا ہے جس کے لیے کلام کی داخلی شہادت کے علاوہ مرتّب دیوان یعنی حسن کے شاگرد کے مقدّمے اور معاصر شعراء کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے۔ تذکروں سے بھی مدد لی ہے، بالخصوص راحت الصدور کے بیانات کو (جو شاعر کے عہد سے قریب تر تصنیف ہے) ترجیح دی ہے۔ اس کے بعد واقعاتِ زندگی بیان کیے ہیں جن کا زیادہ تر انحصار داخلی شواہد پر ہے اور یہ داخلی شواہد شاعر کے ۱۰۵ قصائد اور ایک دو بیتی کے تجزیے سے حاصل کیے گئے ہیں ڈاکٹر صاحب نے مختلف عنوانات کے تحت حالاتِ زندگی پر عمدہ روشنی ڈالی ہے۔

حالاتِ زندگی کے بعد کلامِ حسن کی اہمیّت بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ مختلف لغات میں ان کے اشعار حوالے کے طور پر موجود ہیں جن میں فرہنگ آنند راج، مصطلحات الشعراء اور فرہنگ جہانگیری قابلِ ذکر ہیں۔ بعد ازاں مختلف مقالوں سے یہ واضح کیا ہے کہ شاعر نے دوسرے شعراء کی تقلید بھی کی ہے۔ ان شعراء میں مسعود سعد سلمان، معزّی اور عمادی غزنوی وغیرہ شامل ہیں جب کہ دوسرے شعراء نے بھی سیّد حسن کی تقلید کی ہے۔

ایک عنوان " سیّد حسن اور پروفیسر عبدالغنی " ہے۔ اس کے تحت ڈاکٹر صاحب نے سیّد حسن غزنوی سے متعلق ان باتوں پر گرفت کی ہے جو پروفیسر عبدالغنی نے اپنی کتاب "The Pre-Mughal Persian Literature in Hindustan" میں لکھی ہیں۔ آخر میں کلامِ حسن کا جائزہ لیا گیا ہے جس کے تحت قصیدہ، ترجیع بند اور ترکیب بند، قطعات، غزل اور رباعی پر علاحدہ سے روشنی ڈالی ہے اور بہت سے عمدہ نکات بیان کیے ہیں۔ بالخصوص رباعی کے حوالے سے شیرانی اور ڈاکٹر محمّد اقبال کے بیانات کا حوالہ دے کر یہ صراحت کی ہے کہ سیّد حسن غزنوی کے یہاں ایسی رباعیات موجود ہیں جن کا تیسرا مصرع قافیے کی پابندی سے آزاد ہے۔ نیز چند رباعیات بھی نمونے کے طور پر دی گئی ہیں۔

مقالے کے آخر میں حواشی دیے گئے ہیں جو بیش قدر معلومات سے مزیّن ہیں۔ اشاریہ بھی شامل ہے جو صرف اسماءالرجال کو محیط ہے لیکن اہتمام یہ کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ پاک تحریر کیا گیا ہے اس کے بعد انبیائے کرام کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے درج ہیں پھر حروفِ تہجی کے مطابق دوسرے نام دیے گئے ہیں۔

مقالے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعے سے نوآموز اسکالرز یہ